© rasailojaraid.com

جہانِ تازہ

ف۔ر۔ی

افسر گردی

اللہ تعالیٰ نے نظامِ کائنات کو اس انداز سے ترتیب دیا ہے کہ اس میں موجود ہر چیز الگ الگ حیثیت اور کیفیت رکھنے کے باوجود اجتماعی نظام میں ایک اہم حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ آپ کوئی مشینری دیکھ لیں، کسی انسان کا جائزہ لے لیں تو آپ کو اس میں بہت زیادہ قیمتی اور انتہائی کم قیمت کی اشیاء نظر آئیں گی۔ کسی مشینری میں اگر جسامت کے اعتبار سے کوئی بڑی چیز دکھائی دیتی ہے تو اس کے ساتھ ہی کسی میخ، کیل، کابلے کی شکل میں کوئی انتہائی چھوٹی چیز بھی اپنی اہمیت کو جتا رہی ہوتی ہے کہ اس کے بغیر تو بڑی چیز بھی بےکار ہے۔ جس طرح یہ اصول، ضابطہ ہر مشینری ہر صنعت میں نمایاں ہے، اسی طرح یہی اصول اور ضابطہ انسان کی اجتماعی زندگی میں بھی کارفرما ہے۔ کوئی مل، دفتر، ادارہ یا محکمہ لے لیجیے اس میں بھی ہر مرتبے، مقام اور حیثیت کا آدمی نظر آئے گا۔ اگر کوئی بحیثیت کسی محکمہ یا ادارہ کے سربراہ کے اپنے ادارے، محکمے کا انچارج اور افسر ہے تو سیکرٹری، خادم، دربان اور ورکرز، کارکنان کی شکل میں کتنے لوگ اس کے ماتحت ہیں۔ اب کوئی بھی ماتحت، ملازم خواہ وہ کتنی بڑی پوسٹ پر ہی کیوں نہ ہو اور محکمے میں اس کی حیثیت سب سے بڑھ کر ہی کیوں نہ ہو، وہ کسی طور بھی اپنے انچارج اور محکمے یا ادارے کے سربراہ سے بڑا تو درکنار اس کے برابر بھی نہیں ہو سکتا تو ایک ادنیٰ ملازم خواہ وہ چوکیدار ہو یا خدمتگار کی حیثیت رکھتا ہو، اس کا اپنے افسر، انچارج سے کیا موازنہ؟

لیکن آپ ایک نظر دیکھیے تو آپ کو یہ سب لوگ اپنے اپنے منصب، کام اور حیثیت سے ایک سے بڑھ کر ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جس طرح ایک مشینری کا بہت بڑا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیل (Wheel) یا کوئی اور حصہ ایک چھوٹے سے کیل' پیچ کے بغیر۔ بے کار ہے' اسی طرح یہ سربراہ ادارہ' محکمہ بھی اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم کے بغیر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ سربراہ بھی تو ادنیٰ اور کم حیثیت لوگوں کا ہی ہے۔ اگر مشینری کا وہ پرزہ کسی چھوٹی سی پیچ کو حقیر سمجھ کر نکال دے' اسے دور پھینک دے اور اسے اپنے قریب نہ آنے دے تو وہ خود کسی استعمال میں نہیں آئے گا اور اس کی حیثیت ختم ہو کر رہ جائے گی اور وہ کسی کباڑیے کے پاس کباڑ کے ڈھیر میں پڑا گل سڑ رہا ہو گا۔ لیکن اگر وہ اپنی حیثیت بنوانے اور منوانے کے لیے اسی معمولی سی پیچ کی خاطر اپنے اندر سوراخ برداشت کرتا ہے اور پھر اس کو اپنے اندر بلکہ اہم مقام میں جگہ دیتا ہے تو اس کی قدر و قیمت ہزاروں' لاکھوں میں پڑتی ہے۔

اس سارے نظام اور نظام کے ایک ایک شعبے' صنعت اور مشینری کی ساخت اور کیفیت میں ہر محکمے کے سربراہ خواہ وہ صدر ہو یا وزیراعظم' گورنر ہو یا وزیراعلیٰ' آئی جی ہو یا کمشنر' جی ایم ہو یا پرنسپل سب کے لیے ایک درس اور سبق موجود ہے کہ اس کارخانہ حیات میں کوئی چیز بھی حقیر اور بے کار نہیں ہے۔

جب ہر آدمی اس سبق کو یاد کر لیتا ہے تو پھر اجتماعی زندگی میں سکون بھی حاصل ہوتا ہے اور انسان مقصد کو بھی پالیتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی برتر حیثیت کی وجہ سے اپنے ماتحتوں' ملازموں کو کمتر یا حقیر سمجھ بیٹھے تو پھر نتیجہ سوائے ناکامی' بدنامی' اور بگاڑ کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ حاصل ہونا تو درکنار بعض اوقات انسان کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے اور وہ نقصان ناقابل تلافی بھی ہو سکتا ہے۔ جس پر بعد میں پچھتانا کسی کام نہیں آتا۔

جیسا کہ گزشتہ دنوں پنجاب پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے اپنے ماتحت اور محکمے کے ایک ملازم کو حقیر سمجھ کر اپنی افسری کے زعم میں اسے برا بھلا کہا اور سب لوگوں کے سامنے اس کی بے عزتی کی تو محکمہ پولیس کے ایک ملازم نے اپنے افسر' انچارج اور سربراہ کے رویے سے تنگ آ کر خودکشی کر لی اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ وہ خود تو ایک افسر کی جھڑکیاں' ڈانٹ ڈپٹ برداشت نہ کر سکا' لیکن اب اس کے یتیم بچے گلیوں' بازاروں میں نہ جانے کتنے لوگوں کی جھڑکیاں کھانے پر مجبور ہوں گے اور اس کی بیوہ کس حال میں زندگی گزارے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور ان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا و آخرت بہتر فرمائے۔

اصل حقیقت کیا ہے اسے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور سارا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے' وہ خود ہی فیصلہ فرمائے گا اور ان شاء اللہ قیامت کے دن کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔ میں تو اپنے خواندگان محترم کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس طرح ایک محکمے کے لیے کسی افسر کی ضرورت ہے اور وہ اس کا جزو لاینفک ہے اسی طرح ایک ملازم بھی اس محکمے کے لیے ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اب جو کام ایک ملازم' سپاہی' حوالدار اور کانسٹیبل کے کرنے کا ہے وہ ڈی آئی جی یا آئی جی تو نہیں کر سکتا۔ تو پھر کیا ان سب ماتحتوں کے بغیر ان کی افسریاں' عہدے اور سربراہیاں بے کار تو نہیں......؟ اگر کوئی افسر اپنے ماتحتوں کو اپنے جیسا ہی انسان تصور کرے' ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات کے آئینے میں دیکھے' اس کی عزت نفس کا خیال کرے تو شاید کبھی بھی ایسی ناخوشگوار صورتحال پیدا نہ ہو کہ جس میں کسی کی جان جائے۔ کسی کا مستقبل خراب ہو اور کوئی بدنام ہو کر رہ جائے۔ لیکن شاید مذکورہ افسر کا تعلق بھی کسی ایسے ہی طبقہ سے ہو جس کا تذکرہ معروف کالم نگار اور بیوروکریٹ اور یا مقبول جان نے اپنے کالم ''حرف راز'' میں کیا ہے۔ موصوف ایسے افسروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہ لوگ غضب کے ہوتے ہیں۔ جہاں ان کا مفاد وابستہ ہوتا ہے وہاں ان کی مسکراہٹیں دیکھنے والی ہوتی ہیں' ان کے قہقہے عروج پر ہوتے ہیں۔ کوئی افسر ہو تو اُسے اپنے سے بالا افسران اور اقتدار میں موجود سیاستدانوں کی محفل میں دیکھ لیں۔ کوئی وزیر' سیاستدان اور اعلیٰ شخصیت ہو تو اسے صحافیوں' بڑے بڑے تاجروں یا پھر ووٹ دینے والے عوام کے سامنے دیکھیں تو ایسے لگے گا جیسے ان جیسا حلیم' بردبار' بذلہ سنج اور مسکرانے والا شخص تو شاید کسی نے دیکھا ہو۔ لیکن آپ ان افسران بالا اور حاکمان اعلیٰ کو دیکھیں کہ جس لمحے وہ اپنے دفاتر میں جلوہ گر ہوتے ہیں' ان کے چپڑاسی' صفائی کرنے والے' چائے لا کر رکھنے والے ان کے خوف سے تھر تھر کانپ رہے ہوتے ہیں۔ کسی کی فائل یوں اٹھا کر پھینک دی جاتی ہے کہ وہ کمرے میں بکھرے کاغذ سمیٹتا رہ جاتا ہے تو کسی کی ذرا سی غلطی پر اسے کسی ایسے وقت میں ڈانٹ پلائی جاتی ہے جب اس کے ساتھی یا دیگر لوگ موجود ہوں۔ تا کہ وہ اپنی شرمندگی اور بے عزتی کا داغ ساری عمر کے لیے زخم کے طور پر اپنے سینے پر سجائے رکھے۔ یہ سب اسی افسر اعلیٰ کی طرح ہوتے ہیں جو کسی کے کام کو پسند بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں تو ہلکی سی مسکراہٹ بھی ان کے لبوں پر نہیں آتی۔ انہیں اپنی صلاحیتوں اور انتظامی قابلیتوں پر سر ہوتا ہے اور انسانی بساط کے لیے ناممکن ٹارگٹ دینے کا شوق ہوتا۔ ہے تا کہ وقت پر مکمل نہ ہوں تو پھر اپنے ماتحتوں کی تضحیک کر کے لطف اٹھایا جا سکے۔ یہ لطف ان کی شخصیت کے اندر پلنے والے تکبر کو پروان چڑھاتا ہے۔ انہیں انسانوں کی تضحیک کے لیے بہانہ چاہیے ہوتا ہے۔ کسی کے لباس پر اسے ڈانٹ دیا تو کسی کی انگریزی پر۔ کسی کی بڑھی ہوئی شیو پر نفرت کا اظہار کیا تو کسی کی ذراسی غلطی پر اسے بھرے اجلاس میں ذلیل ورسوا کر دیا۔ انہیں میز پر ذراسی مٹی' فائل میں ذراسی بے ترتیبی' کمرے میں داخل ہونے والی مکھی' باتھ روم میں پانی کی بندش یا تولیے کی میلاہٹ غصے میں لے آتی ہے اور پھر یہ غصہ ان کمزور' ناتواں اور مجبور لوگوں پر اترتا ہے جن کی نوکریوں سے ان کے گھرانوں کا رزق وابستہ ہوتا ہے۔'' (روزنامہ ایکسپریس۔ ۲۷ نومبر ۲۰۰۸)

عزیز قارئین! ایک افسر کا نقشہ جو مذکورہ کالم نگار نے پیش کیا ہے' حقیقت یہ ہے ہمارے معاشرے میں موجود ہر شعبے کا افسر اسی طرح کا ہوتا ہے۔ لیکن دیندار افسر یا دینی اداروں کے سربراہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ یہ سارے کام وہی شخص کرتا ہے جسے قیامت کا تصور اور اللہ کے حضور پیش ہونے کا یقین نہ ہو۔ وہ اسی عہدے' افسری اور اپنی حیثیت کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ لیکن جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو وہ اعلیٰ وادنیٰ' برتر وکمتر' بہتر وحقیر کی بنیاد پر نہیں بلکہ ذمہ داریوں اور انسانیت کی بنیاد پر اپنے ماتحتوں سے سلوک کرتا ہے۔ فرق مراتب ایسی خلیج ہے جسے پاٹا نہیں جا سکتا۔ لیکن اسلام کے سنہری اصولوں کی روشنی میں اس فرق کو کم ضرور کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے دینی مدارس یا ادارے کے سربراہ اور منتظمین کی اکثریت علماء کرام کی ہے جن کے متعلق اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿انما يخشى الله من عباده العلماء﴾

''کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔''

ان علماء کرام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ارشاد فرمایا تھا: اپنے غلاموں کا خیال رکھنا' ان سے اچھا سلوک کرنا۔

انسانیت کے حوالے سے اس کے جو حقوق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرما دیئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں وہ تو بڑے عظیم اور انمول ہیں اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہی اصولوں کو اپنا کر اپنے غلاموں کی حیثیت اور مقام و مرتبے کو واضح کیا ہے۔ جس کی مثال امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مشہور زمانہ ''سرکاری دورہ'' ہے جب آپ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ آپ کا غلام بھی ساتھ ہے لیکن سواری صرف ایک ہے۔ (آج تو حکمرانوں کے پاس بھیک مانگنے کے لیے بھی چار وی آئی پی جہاز موجود ہیں) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کا غلام باری باری اسی سواری پر سوار ہوتے ہیں اور اپنی باری پر امیر المومنین بھی پیدل چلتے ہیں۔ یہ وہی امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو چالیس لاکھ مربع میل کے حکمران ہیں۔ آج ایک ملک یا سلطنت نہیں صرف ایک ادارے' شعبے اور محکمے کا سربراہ یہ کروفر رکھتا ہے کہ وہ اپنے ملازم سے ایسا بدترین سلوک کرتا ہے کہ وہ بے چارا زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ملازم غلام نہیں ہے۔ غلام تو اپنے مالک کے لیے ملکیت کے اعتبار سے ڈھور ڈنگروں جیسی حیثیت رکھتا ہے' جبکہ ملازم تو آزاد ہے اور اس کے حقوق بھی کچھ زیادہ ہیں۔

اسلام کے ان سنہری قوانین کی جھلک اگر دیکھنی ہو تو دینی مدارس کو دیکھیے۔ جن کے سربراہ' منتظمین اور اہتمام کرنے والے علماء کرام ہیں کہ جہاں ایک ادنیٰ ملازم سے لے کر اعلیٰ عہدے دار تک ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرتے نظر آتے ہیں۔ ان دینی مدارس میں بھائی چارے کی جھلک نظر آتی ہے۔ ضروریات کے اعتبار سے مہتمم اور منتظمین حضرات اپنی ضرورتوں کے مطابق اپنے ملازمین اور ماتحت لوگوں کی ضرورت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ سردی میں اگر مہتمم و منتظم کو ہیٹر کی ضرورت ہوتی ہے تو چوکیدار کے پاس بھی ہیٹر جل رہا ہے تاکہ وہ سردی سے بچاؤ کر سکے۔ گرمیوں میں اگر پرنسپل کو ہوا کی ضرورت ہے تو اس کا خادم بھی ٹھنڈی ہوا سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ البتہ جن اداروں کے سربراہ دنیادار لوگ ہیں' ان کی بات الگ ہے۔

جبکہ حکومتی' سرکاری یا پرائیویٹ اداروں میں صورتحال ایسی ہی ہے کہ جہاں نہ صرف افسر شاہی ہے بلکہ ان افسروں کے ملازم اور ماتحت اپنے افسروں کی افسر گردی کا شکار بھی ہوتے ہیں۔

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے جس کا کالم نگار نے کو رنے ذکر نہیں کیا۔ شاید اس وجہ سے کہ وہ خود ایک بہت بڑے افسر ہیں کہ ان محکموں میں نہ صرف ملازمین کی تضحیک کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ تکبرانہ رویہ اپنایا جاتا ہے بلکہ ان کے بنیادی حقوق اور ضروریات کا خیال بھی نہیں رکھا جاتا۔ کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی افسر نے کبھی غور کیا ہے کہ محکمے کی ساری سہولتیں مثلاً رہائش، بجلی، گیس، پانی، گاڑی، اس کا ڈرائیور حتیٰ کہ اس میں استعمال ہونے والا پٹرول تک محکمہ برداشت کرتا ہے اور یہ محکمے کی سہولتیں محکمانہ امور کے علاوہ اپنے ذاتی استعمال میں رکھتا ہے۔ محکمے کے چپراسی اور چوکیدار سے لے کر سیکرٹری تک اس کے گھریلو ملازم اور ذاتی غلام کا سا درجہ رکھتے ہیں۔ کبھی اس افسر نے یہ غور کیا ہے میرا روزانہ کا خرچ کتنا ہے اور میرے ملازم کی ماہانہ تنخواہ کیا ہے......؟ میرے بچوں کی تعلیم وتدریس کے اخراجات کیا ہیں اور میرے ملازم کے بچوں کی ضروریات کیا ہیں......؟ نہیں ہرگز نہیں...... اسے تو یہ تک بھی فکر نہیں کہ اگر میرے رویے سے تنگ آ کر اس نے زندگی کی بازی ہار دی تو اس کی بیوی اور اس کے یتیموں کا کیا حال ہوگا؟ وہ تو بس ایک افسر ہے اور اسے اپنی افسری چمکانا ہے۔ خواہ اس کے لیے اسے انسانیت سے بھی ناطہ توڑنا پڑے۔

جب ایک ملازم اپنی محرومیوں اور اپنے افسر کو محکمے کی ساری سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اسی ملازم کی محنت پر عیش یا عیاشی کرتا نظر آتا ہے تو پھر یا تو وہ محکمہ چھوڑ دیتا ہے، جس طرح چند مہینے قبل ایک سول جج نے استعفیٰ دے دیا تھا اور یا پھر کسی افسر کی ”افسر گردی“ کی دلیل اور شہادت بن جاتا ہے۔ ڈرنا چاہیے اس وقت سے جب یہ ملازم اپنی جان دینے کے بجائے افسر کی جان لے لے۔

اللہ تعالیٰ کا دین دار لوگوں پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہیں اس ظلم وزیادتی سے بچا رکھا ہے۔ دینی اداروں کا نظام ان لوگوں کو بھی دعوت فکر دیتا ہے جو دن رات دینی مدارس اور دینی دار لوگوں کے خلاف اپنی زبان اور قلم سے زہر اگلتے رہتے ہیں۔ کیا کسی دینی ادارے میں بھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی ملازم اپنے افسر کے ظلم زیادتی اور ناانصافی کا نشانہ بنا ہو یا کسی افسر کی افسر گردی کا شکار ہوا ہو؟ نہیں ایسا نہیں۔ کیونکہ ان کا انتظام وانصرام کرنے والے لوگ خوف خدا رکھتے ہیں۔ اپنے ملازموں کے حقوق جانتے ہیں اور ان کی عدم ادائیگی کی صورت میں قیامت کے دن کے مواخذے کا تصور انہیں ہر وقت رہتا ہے۔

آیئے ہم تمام سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور محکموں کے سربراہوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے ماتحت اور ملازمین کے حقوق کو پہچانیے اور انہیں ادا کیجیے۔ دنیا بھی سکون سے گزرے گی اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی اجر وثواب کے حق دار ٹھہرو گے۔

....

© rasailojaraid.com